حسین بن منصور حلاجؒ احوال و آثار

* راشد حمید

ابوعبداللہ ابوالمغیث الحسین بن منصور حلاجؒ (۲۴۴ھ/۸۵۷ء) طور نزد بیضا (فارس) میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی بیضا ہے جہاں عربی نحو کے امام سیبویہ اور مفسر قرآن بیضاوی بھی پیدا ہوئے۔ دادا کا نام محمی تھا اور وہ مجوسی تھے۔ والد کا نام منصور تھا اور اس خاندان میں اسلام قبول کرنے والے پہلے بزرگ تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حسین بن منصور حلاجؒ ایک صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد میں سے ہیں مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں:

عمر یست کہ افسانۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

اگر یہ سچ ہے کہ بیٹے سے باپ کا نام روشن ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک حسین حلاج سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سپوت پیدا نہ ہوا ہوگا، حلاج کا اصل نام حسین شاید ہی کوئی جانتا ہو لیکن منصور کے نام سے کوئی ناواقف نہ ہوگا حالاں کہ منصور اس کا نہیں اس کے باپ کا اور حسین خود اس کا نام ہے لیکن اب سب لوگ اس کو منصور ہی کہتے ہیں۔'' (۱)

حسین بن منصور حلاجؒ بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ واسط (کوفہ اور بصرہ کے نزدیک) چلے گئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ بارہ سال کی عمر میں مدرسہ دارالحفاظ سے قرآن حفظ کرلیا۔ عمر سولہ سال ہوئی ہوگی (۲۶۰ھ) تستر (اہواز) منتقل ہوئے جہاں سہل بن عبداللہ تستریؒ (حلاج کے سب سے پہلے پیر طریقت)، ابوالحسین نوریؒ اور عمرو بن عثمان المکیؒ سے علوم متداولہ کی تحصیل اور اکتساب فیض کیا۔ بغداد گئے اور وہاں حضرت جنید بغدادیؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ ۲۸۴ھ تک اپنے زمانے کے نامور صوفیائے عظام و علمائے کرام کی صحبت میں رہے اور

---

* لیکچرار گورنمنٹ کالج ٹیکسلا۔

فیض یاب ہوتے رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب انہوں نے مقامات سلوک طے کیے، مگر بغیر شیخ کی اجازت کے مطالعے اور کسب فیض کا سلسلہ جاری رکھا لہذا شیخ کی طرف سے ناراضگی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

انیس برس کے تھے کہ حضرت ابو یعقوب الاقطعؒ کی صاحب زادی ام الحسین سے شادی کی۔ حسین بن منصور حلاجؒ نے صرف ایک شادی کی اور اس میں سے تین بیٹے عبداللہ، سلمان، احمد اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ عمرو بن عثمان المکیؒ اور ابو یعقوب الاقطعؒ کے درمیان شدید منافرت کی کیفیت کے سبب حضرت حسین بن منصور حلاجؒ خسر اور مرشد کے درمیان پستے رہے اور ایک مرحلے پر تو حضرت جنید بغدادیؒ سے اس سلسلے میں شکایت بھی کی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں حوصلے اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے دونوں بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنے کو کہا۔ آپ حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس دوران ۲۷۰ھ میں آپ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ کم وبیش دو سال وہاں قیام کے بعد چند فقرا کے ہمراہ خوزستان قیام کرتے ہوئے بغداد روانہ ہوئے۔ حضرت بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر انہوں نے حسین بن منصور حلاجؒ کے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے گریز کیا اور بے نیازی کا سلوک روا رکھا۔ کچھ بدخواہ بھی آپ کے خلاف کمر بستہ ہو گئے۔ اس صورت حال سے بے زار ہو کر حضرت حسین بن منصور حلاجؒ دوبارہ تستر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک برس قیام کا عرصہ بہت ہنگامہ خیز رہا۔ ایک طرف تو آپ مرجع خاص وعام بنے رہے مگر دوسری طرف بعض حاسدوں کی کارروائیاں تیز تر ہوتی گئیں۔ آپ بہ مشکل خاندان کو تستر سے بغداد لانے میں کامیاب ہوئے۔ اس ساری صورت حال نے اس قدر پریشان کیا کہ حسین بن منصور حلاجؒ نے تنگ آ کر تجرد اختیار کر لیا۔ آپ اس عرصے میں کبھی صوفیانہ خرقہ چھوڑ کر دنیاداروں کا لباس زیب تن کر لیتے، کبھی پھر مختصران سلا لباس پہننا شروع کر دیتے۔ ۲۹۱ھ میں آپ نے مریدوں کے ہم راہ دوسرا حج کیا۔ واپسی پر آپ نے اب ملکوں ملکوں تبلیغ کے لیے گھومنا شروع کر دیا۔ ایران، خراسان، اہواز، ماورالنہر، ترکستان، ہندوستان، چین میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے۔ آپ نے اس دورے میں سندھ اور کشمیر میں بھی تبلیغ کا کام کیا۔ جب بھی بیوی بچوں سے جدا ہوتے تو انہیں اپنے برادر نسبتی (سالے) کے حوالے کر کے جاتے۔

کبھی دنیاداروں کی صحبت اختیار کرتے، کبھی فقراء کا رنگ ڈھنگ اختیار کر لیتے۔ اس زمانے میں بے پناہ مقبولیت پائی، کشف وکرامات میں طاق ہو گئے۔ ہندوستان کے لوگ انہیں ابوالمغیث، چین اور ترکستان والے

مقیت' خراسان کے عوام ممیز' فارس کے عوام ابوعبداللہ زاہد' خوزستان والے شیخ حلاج الاسرار' بغداد کے لوگ مصطلم اور بصرہ کے لوگ انہیں محیّر کہتے تھے۔ ان حقائق کا پتا ان خطوط سے چلتا ہے جو مختلف علاقوں سے حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے نام آتے رہتے تھے۔ حسین بن منصور حلاجؒ نے بیضا' واسط' تستر' بصرہ' بغداد' نہاوند' ہمدان' رے' اصفہان' قم' نیشاپور' ہرات' مرو' بلخ' طالقان' بخارا' سمرقند' منصورہ' ملتان اور کشمیر میں کہیں طویل اور کہیں مختصر قیام کیا۔ اس عرصے میں آپ نے دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا اور ان کی معاشرت و تہذیب سے آگاہی بھی حاصل کی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب جگہ جگہ آپ کے معتقد پیدا ہو گئے اور سرکار آپ سے خائف ہونا شروع ہو گئی۔ آپ حج کی غرض سے تیسری مرتبہ ۲۹۴ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو دو برس تک وہیں مقیم رہے۔ ۲۹۶ھ میں مکہ سے واپس بغداد پہنچے تو مکمل طور پر باطنی تبدیلی کی گرفت میں تھے اور بڑی تعداد میں لوگ آپ سے اکتساب فیض کے لیے نسبت جوڑ رہے تھے۔ آپ نے تبلیغ دین کا فرض ادا کرتے ہوئے کشف و کرامات کے مظاہروں سے کام لیا اور یہ سلسلہ اس قدر طول پکڑ گیا کہ مخالفین نے آپ کے خلاف پراپیگنڈا زور و شور سے شروع کر دیا۔ سرکاری عہدے داروں میں آپ کی کرامات کا چرچا ۲۹۷ھ میں پہلی مرتبہ ہوا اور ابن داؤد اصفہانی الظاہری کے فتوے پر دبری کے مقام سے گرفتار کر لیا گیا۔ آپ ایک سال بعد سرکاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

وباس نامی غلام کی مخبری پر حسین بن منصور حلاجؒ دوسری مرتبہ عراق کے علاقے سوس کے مقام سے ۳۰۱ھ میں گرفتار کر کے بغداد روانہ کر دیے گئے۔ واضح رہے کہ ۳۰۱ھ سے لے کر ۳۱۰ھ تک فتنوں کے عروج کا زمانہ تھا اور عباسی خلیفہ مقتدر باللہ بس نام ہی کا مقتدر تھا۔ طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ وزیر اور مشیر اپنے اپنے گروہ بنا کر خلیفہ پر زیادہ سے زیادہ اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ مالیہ اور خراج کی وصولی میں بے پناہ سختی کی جا رہی تھی اور دوسری طرف بھوک کا عالم یہ تھا کہ تنگ آ کر لوگوں نے بصرہ اور موصل کے گودام لوٹ لیے تھے۔

حامد بن عباس' جو کہ وزیراعظم کی حیثیت رکھتا تھا' حسین بن منصور حلاجؒ کے خلاف تھا۔ اس نے مقتدر باللہ سے مطالبہ کیا کہ حلاجؒ اور ان کے حواری میرے حوالے کر دیں۔ مقتدر نے مطالبہ تسلیم کر لیا مگر دربان' جو کہ حلاجؒ کا معتقد تھا' حائل ہوا۔ حامد بن عباس مُصر رہا کہ حلاجؒ اور حواری اس کے حوالے کر دیے جائیں۔ بالآخر خلیفہ مقتدر باللہ نے حامد بن عباس کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔

اسلامی حکومت میں دو اہم ترین عہدوں وزارت اور حجابت میں سے حاجب نصر حلاجؒ کا معتقد تھا۔ اس نے بھرپور کوشش کی کہ انہیں سزا نہ دی جائے مگر وزیر حامد روزانہ حلاجؒ کو دربار میں بلاتا اور کوشش کرتا کہ وہ کوئی ایسی بات کریں جس پر موت کی تعزیر جلد سے جلد دی جاسکے۔ یہ معاملہ اس قدر طول پکڑ گیا کہ مجذوب الحال درویش اور خدا رسیدہ صوفی حلاجؒ آٹھ سال، آٹھ ماہ اور آٹھ دن قید میں رہے۔

یہ سارا عرصہ اس کش مکش میں گزرا کہ حسین بن منصور حلاجؒ کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان کھینچا تانی کا سلسلہ چلتا رہا۔ خلیفہ مقتدر باللہ کی ماں، بعض وزرا اور سرکاری اہل کار بھی حلاجؒ کی حمایت کر رہے تھے۔ جب کہ بعض شیعہ وزرا (شلمغانی اور ابو سہل نوبختی) سرکاری اہل کاروں اور وزیر حامد بن عباس کے سامنے کسی کی دال نہیں گلی، حالاں کہ جتنے بھی الزامات عاید کیے گئے، وہ سب کے سب غلط تھے۔ اناالحق کا نعرہ ذہن میں رکھیے اور بایزید بسطامیؒ ابوسعید ابوالخیرؒ ابوبکر شبلیؒ اور ملا بدخشی کے ثابت شدہ قابل اعتراض اقوال و نظریات پر نظر دوڑایئے، یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ حسین بن منصور حلاجؒ صرف اور صرف حکمرانوں کے سیاسی خوف کی بھینٹ چڑھے۔ حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالیؒ لکھتے ہیں:

> ''(۱) ابن منصور حلاجؒ نے اناالحق کہہ دیا' (۲) بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی پکارا' (۳) خواجہ شمس تبریزیؒ نے قم باذنی کا دعویٰ کیا (۴) اور ایک شخص نے لیس فی جُبتّی سوی اللہ اور انا ھو و ھو انا کا اعلان کیا (۵) حضرت شبلیؒ نے ڈاڑھی کو نورہ لگایا، اشرفیوں کی تھیلی دریائے دجلہ میں پھینک دی اور نئے کپڑے تار تار کر دیے (۶) حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ نے کنویں میں گر کر کسی کو استعانت کے لیے نہ پکارا (۷) اور حضرت ذوالنون مصریؒ نے مقام مہلک کو اپنی رہائش گاہ کے لیے اختیار کر لیا (۸) شیخ ابوالحسن نوریؒ مقتل میں خود بہ خود پہنچ گئے۔ غرضیکہ اس قسم کے ہزاروں واقعات و معاملات ان بزرگان طریقت سے عالم سکر و حال میں رونما ہوتے رہے ہیں اور ان پر ان کا ضبط و اختیار نہیں تھا۔ ایسے واقعہ پر صوفیہ و فقہا دونوں برابر ہیں۔'' (۲)

حسین بن منصور حلاجؒ مختلف جیلوں میں قید رہے اور ان پر بے تحاشا الزامات عاید کیے گئے، مثلاً:

ا۔مثل قرآن بنانے کا دعویٰ۔	۲۔خط کی کفریہ ابتدا۔
۳۔مہدویت کا دعویٰ۔	۴۔انا الحق کہہ کر خدائی کا دعویٰ۔
۵۔سحر کی تعلیم۔	۶۔حج کرنے کا غلط طریقہ بتانا۔
۷۔حلول کے قائل۔	۸۔مریدوں کا حلاج کو خدا کہنا۔
۹۔تھے کچھ، بنتے کچھ تھے۔	۱۰۔اسلامی عبادات کے مفہوم میں تبدیلی۔
۱۱۔کفریہ اشعار۔	۱۲۔دوبارہ زندہ ہو جانے کا دعویٰ۔

حسین بن منصور حلاجؒ پر فرد جرم عاید کرتے وقت اور بعد میں جب بھی محولہ بالا الزامات کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں بار بار فرمایا:

> ''میری پیٹھ مضبوط ہے۔ میرا خون حرام ہے۔ عقیدتاً میں مسلمان ہوں۔ مذہباً سنی ہوں اور تفصیل یہ کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید عبدالرحمان بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کا قائل ہوں''۔(۴)

یہ حقیقت ہے کہ حلاجؒ شرعی حدود و قیود پر کاربند تھے' صوم و صلوٰۃ کے پابند اور نوافل کثرت سے ادا کرتے رہتے تھے۔ ایک ہزار رکعت نفل روزانہ ادا کرتے تھے اور بیڑیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس ریاضت کا معمول قائم رہا، کھانا پینا بالکل برائے نام تھا۔ عشق الٰہی کے بغیر یہ عمل کب ممکن ہے؟ آپ نے ۳۰۴ھ میں طاسین الازل بھی جیل میں تخلیق کی۔

حامد بن عباس ہر صورت حلاجؒ کو سزائے موت دلوانے کا تہیہ کر چکا تھا، حالاں کہ شافعی اور حنفی قاضیوں نے ان کے خلاف فیصلہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حنفی قاضی کے معاون قاضی ابوبکر عمر نے قاضی کی کرسی پر خلاف روایت بیٹھ کر حامد بن عباس کی خواہش پوری کی اور سزائے موت کے لیے لکھے گئے فتوے پر چوراسی علما کے دست خط بھی ثبت کرا لیے۔ اس موقع پر حامد، قاضی کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آیا تا کہ وہ قتل کے حکم پر کسی نہ کسی طرح دست خط

کر دے۔ یہاں یہ بات بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگی کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے قتل کے فتوے پر دست خط کرانے کا دعویٰ غلط ہے، کیوں کہ آپ تو ۲۹۷ھ میں رحلت فرما چکے تھے اور فردِ جرم ۳۰۹ھ میں عاید ہوئی۔

حلاجؒ اس موقعے پر بھی اپنا عقیدہ اور شرعی حدود مسلسل بیان کرتے رہے، مگر کسی نے ایک نہ سنی اور عدالت برخاست ہوگئی۔ حامد بن عباسؒ نے توثیق کے لیے فیصلہ فوری طور پر خلیفہ مقتدر باللہ کے پاس بھجوایا مگر دو دن تک اس کا جواب موصول نہ ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فیصلہ منسوخ کرنے کے احکامات جاری کر دیے تھے کیوں کہ خلیفہ کی ماں اور حاجب نصر مسلسل اسے فیصلہ منسوخ کرنے کی ترغیب دیتے رہے۔ تیسرے روز وزیر حامد بن عباس نے ایک دعوت میں موقع پا کر خلیفہ سے فیصلے کی توثیق کرا لی۔ اسے بتایا کہ حلاجؒ زیادہ دیر زندہ رہا تو حکومت عوامی غیظ و غضب کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکے گی۔

یہ سارا عدالتی عمل اور سازش سے عبارت جلد بازی، زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شرعی، قانونی اور اخلاقی طور پر کوئی جواز بھی پورا نہیں کیا گیا۔ مخالفین، حسین بن منصور حلاجؒ کی گردن بہ ہر صورت مارنے کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔

خلیفہ سے توثیق حاصل کرنے کے بعد حامد نے فوراً عمل درآمد کے لیے تگ و دو شروع کر دی اور سزائے موت کے لیے منگل، ۲۴۔ ذیقعد ۳۰۹ھ (۲۶۔ مارچ ۹۲۲ء) کی صبح مقرر کر دی۔ دریائے فرات کے کنارے باب خراساں پولیس چوکی کے سامنے مقتل سجایا گیا۔ ایک بڑا ہجوم وہاں جمع ہو گیا۔ حسین بن منصور حلاجؒ کو پتھروں اور لاٹھیوں سے مارا اور پیٹا گیا۔ ایک ہزار تازیانے لگائے گئے، ایک ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک پاؤں کاٹا گیا، دوسرا ہاتھ اور پاؤں بھی کاٹ دیے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ کان اور ناک کاٹ کر دونوں آنکھیں بھی نکال دی گئیں۔ پھر سولی دے دی گئی اور وقت زیادہ گزر جانے کے باعث اگلے روز گردن مار دی گئی اور دھڑ جلا کر راکھ بنا دیا گیا۔ اس راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ ڈاکٹر شاہد مختار لکھتے ہیں:

> ''مشاق جلادوں نے انتہائی بے دردی اور کمال آہستگی کے ساتھ قطع و برید کی۔۔۔۔ رات بھر انہیں جاں کنی کی حیرت انگیز اور ناقابلِ تخیل حالت میں رکھا گیا اور اگلے دن سر قلم کیا

گیا۔ پھر اس کی لاش کو ٹاٹ میں لپیٹ کر جلا دیا گیا اور اس کی راکھ ایک مینار سے ہوا میں اڑا دی گئی۔'' (۴)

ایک روایت کے مطابق راکھ کناروں سے اکٹھی کر کے بغداد میں مزار بنا دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پانچویں صدی میں بغداد میں حسین بن منصور حلاجؒ کا خیالی مرقد بنایا گیا۔ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ حسین بن منصور حلاجؒ کی خانقاہیں کرغیزستان، موریطانیہ اور بنگلہ دیش میں بھی تعمیر کی گئی ہیں۔ شہید عشق کے مزار مبارک کے حوالے سے لوئی ماسینیون کی کتاب سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''چوں کہ جسد حلاج کو جلا دیا گیا تھا اس لیے پانچویں صدی میں اس کے نام سے ایک خالی مرقد بنایا گیا جو آج کل زیارت گاہ مسلمین، خصوصاً زیارت گاہ اسلامیان پاک و ہند ہے۔ طبقات صنعت و حرفت کے بارے میں ابتدائی رسائل میں جو ''فتوت نامہ'' کے نام سے معروف ہیں اور جن کی قدامت آٹھویں صدی بلکہ رحاصیہء بغداد (سال ۵۳۲ھ) تک پہنچتی ہے اور مؤلف، حلاج کا نام لیتا ہے، اسے منصور شہید اور استاد قطان کے نام سے یاد کرتا ہے۔ قطان سے مراد پنبہ زن ہے۔ یعنی وہ آدمی جس کا پیشہ حلاجی ہے، آج کل چار مرکز یا خانقاہیں جو حسین بن منصور حلاج کے نام سے مشہور ہیں ایک اوش قرغزستان میں، دوسری غدف موریطانیہ میں، تیسری روتا بندرگاہ ہیچ نزد چٹاگاؤں میں اور چوتھی شورش وارہ نزد فرید پور میں، آخرالذکر دونوں خانقاہیں اب بنگلہ دیش میں ہیں۔'' (۵)

پاکستان کے نامور حکیم سید علی احمد نیرؔ واسطی (ستارہء امتیاز) نے حسین بن منصور حلاجؒ کے مزار مبارک کا حال یوں بیان کیا ہے:

''میں وہاں دو مرتبہ گیا۔ مزار ایک عمارت میں واقع ہے جو بند ہے اس لیے اندر نہیں جا سکا۔ عمارت خستہ حالت میں ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ بغدادی بچے اس میں کھیل رہے تھے اور جا بہ جا پرانی اینٹیں اس میدان میں بکھری ہوئی تھیں۔'' (۶)

یوں تو اس سانحے کے حوالے سے معلومات کا ایک انبار ہے اور مختلف و متضاد روایتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ حکمرانوں کے ظلم و جبر اور عوامی حقوق کے استحصال کے خلاف حسین بن منصور حلاجؒ ایک توانا آواز تھے، جنہیں خاموش کرانا حکمرانوں کی زندگی کے لیے ضروری ہو گیا تھا۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ اور مستجاب الدعوات تھے، سخت ترین ریاضتیں اور مجاہدے کیے، نماز کی پابندی کمال درجے کی تھی۔ روزے رکھتے تھے جب کہ وقتاً فوقتاً تین حج کیے۔ نوافل بہت زیادہ کثرت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ، حسین بن منصور حلاجؒ کے بارے میں یوں گویا ہیں:

''حسین بن منصور حلاجؒ جب تک رہے لباس صلاح میں رہے، وہ نماز کے پابند، ذکر و مناجات بسیار کرنے والے، پیوستہ روزے رکھنے والے، تحمید میں مہذب اور توحید میں لطیف نکات بیان کرنے والے تھے۔ اگر ان کے افعال سحر ہوتے تو یہ سب کچھ ان سے سرزد ہونا محال ہوتا۔ پس درست ہوا کہ صاحب کرامات تھے اور کرامات سوائے ولی کے ظاہر نہیں ہوسکتی۔ بعض اہل اصول انہیں یوں رد کرتے اور ان پر اعتراض لاتے ہیں کہ ان کے کلمات سے امتزاج و اتحاد کے پہلو نکلتے ہیں لیکن یہ تشنیع ان کی عبارت پر ہے نہ کہ معنی پر کیوں کہ مغلوب سے امکان عبارت مشکل ہے۔ غلبۂ حال میں اس سے صحیح عبارت کی ادائیگی نہیں ہوسکتی نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشکل ہوں اور اس کا مقصود سمجھ میں نہ آئے اور اس سبب سے اس کے منکر ہو جائیں سو قصور ان کے نہ سمجھ سکنے کا ہے نہ کہ اس عبارت کا۔'' (۷)

سیرت منصور حلاج از مولانا ظفر احمد عثمانی میں سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''امام ابو حامد غزالی صوفی محض یا خشک ملا نہیں ہیں بلکہ شریعت و طریقت میں اپنے وقت کے مسلّم امام اور مجدد تھے۔ ان کا ابن منصور کی حمایت کرنا، ان کے اقوال کو اچھے محامل پر محمول کرنا ابن منصور کی برأت و ولایت و مقبولیت کی بڑی دلیل ہے۔ رہا یہ کہ جو مطالب بیان کیے گئے ہیں وہ زبان عربی کے ظاہر محاورہ سے بعید ہیں، سو اول تو یہ دعوے مطلقاً مسلم نہیں کیوں کہ

بعض اقوال کا جو مطلب محققین صوفیہ نے بیان کیا ہے، وہ ابن منصور کے الفاظ سے ظاہراً بھی بعید نہیں اور اگر کسی ایک دو قول میں ایسا ہوا ہو تو بتلایا جائے کہ ایسا کون شخص ہے جس کے کسی قول کو تاویل کے ساتھ محمل حسن پر محمول نہیں کیا جاتا۔ آئمہ مجتہدین اور اجلہ محدّثین کے ایسے اقوال بکثرت موجود ہیں جو ظاہر میں حدیث کے معارض معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے مقلدین ہمیشہ تاویل کر کے ان کو حدیث کے موافق بناتے رہتے ہیں اور صوفیہ کا تو مذاق ہی یہ ہے کہ وہ اپنے علوم غامضہ وحالات عجیبہ کو رموز میں بیان کیا کرتے ہیں جن کو اہل ہی سمجھ سکتا ہے۔''(۸)

مولانا ظفر احمد عثمانی نے حسین بن منصور حلاجؒ کے مقام ومرتبے کے حوالے سے بعض دل چسپ دلائل پیش کیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''یہ ہے حسین بن منصور کا عقیدہء توحید، جس کا لفظ لفظ کتاب وسنت اور مذہب سلف صالح کی پرشوکت تفسیر ہے، جس میں صاف تصریح ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط وامتزاج نہیں ہوسکتا، نہ حلولاً نہ اتحاداً .... پس ایسے شخص کی زبان سے اگر کسی وقت اناالحق نکل گیا ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے کو خدا کہتا تھا کیوں کہ انسان کا حادث ہونا ظاہر ہے اور ابن منصور کے عقیدہ میں حادث محتاج قدیم سے متحد نہیں ہوسکتا بلکہ اس قول کی تاویل ضروری ہے چناں چہ چند تاویلات رسالہء اشعار الغیور میں مذکور ہیں۔ اور ایک تاویل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس وقت ابن منصور کی زبان کلام حق کی ترجمان تھی۔ اس کی زبان سے اسی طرح اناالحق نکلا تھا جیسے شجرہء موسیٰ سے انی انا اللہ رب العلمین کی آواز آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ درخت نے اپنے کو اللہ رب العالمین نہیں کہا تھا بلکہ اس وقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا۔ اسی طرح ابن منصور کے متعلق بھی خیال کیا جاسکتا ہے اور غلبۂ حالات وواردات میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی زبان سے اللہ تعالیٰ تکلم فرماتے ہیں جس کو سالکین اصحاب حال سمجھ

سکتے ہیں۔پس یہ تو مسلّم ہو سکتا ہے کہ ابن منصور کی زبان سے انا الحق نکلا ہو مگر یہ مسلّم نہیں کہ ابن منصور نے خود انا الحق کہا تھا۔'' (۹)

حسین بن منصور حلاجؒ کے زہد و تقویٰ کے بارے میں نامور صوفی بزرگ بابا ذہین شاہ تاجیؒ فرماتے ہیں:

''منصور جہاں علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے، وہاں زہد و ریاضت اور عبادت و اطاعت میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔کتاب و سنت کی پیروی اپنے آپ پر لازم جانتے تھے۔کم از کم ایک ہزار رکعت روزانہ نماز ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایک ہزار رکعت میں اپنے آپ پر فرض سمجھتا ہوں۔'' (۱۰)

پروفیسر لطیف اللہ لکھتے ہیں:

''دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں میں انفرادی سزائے قتل کے واقعات' خواہ ان کا سبب فکری' نظریاتی' سیاسی یا مذہبی ہو' ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔لیکن جو شہرت' دوامیت اور مقبولیت حسین بن منصور حلاجؒ بن محمی بیضاوی کے حصے میں آئی اور کسی قوم و ملت کے مقتول کو حاصل نہ ہو سکی۔گزشتہ گیارہ صدیوں میں کوئی صدی ایسی نہ گزری ہوگی، جس میں اسلامی اور غیر اسلامی دنیا کے کسی مصنف' مؤرخ' تذکرہ نگار یا شاعر نے انہیں کسی نہ کسی جہت سے یاد نہ کیا ہو۔'' (۱۱)

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''اپنے تمام علم و فضل اور ذہنی کمالات کے باوجود منصور حلاجؒ میں یقیناً الہامی دیوانگی کے آثار ہوں گے، علمی کمالات حفظ قرآن مجید اور تین حجوں کے باوجود بھی ان سے بعض لوگ سحر و طلسم کے واقعات بھی منسوب کر کے انہیں ''حلاج الاسرار، قرار دیتے تھے جس کی حضرت داتا گنج بخشؒ نے غیر مشروط الفاظ میں تردید کی ہے۔ان کے بموجب یہ ساحر حسین بن منصور حلاج تھا۔حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں

ایک واقعہ بیان کیا ہے جو نفسیاتی لحاظ سے بے حد اہم ہے۔ منصور حلاجؒ اپنے مرشد عمرو بن عثمان سے جھگڑا کر کے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آنے کا سبب دریافت کیا جس پر منصور حلاجؒ نے جواب دیا ''بابا شیخ محبت کنم،، اس پر جنید بغدادیؒ نے یہ جواب دیا ''مارا با مجانین، محبت نیست کہ محبت راصحت باید،، (میں دیوانوں سے محبت نہیں رکھتا کیوں کہ محبت کے لیے بھی صحت کی ضرورت ہوتی ہے)

اس کے ساتھ ہی شبلیؒ کا یہ معنی خیز قول بھی ملحوظ رہے ''میں اور حلاجؒ ایک ہی چیز ہیں۔ میرے جنون نے مجھے مخلصی دلا دی اور اس کی عقل نے اسے ہلاک کر ڈالا'' جنیدؒ اور شبلیؒ کے بیانات میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن یہ تضاد منطقی استدلال والا نہیں بلکہ جذباتی کیفیات والا ہے۔'' (۱۲)

آپ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وحدت الوجود کے فصیح ترین شارح تھے اور یہاں تک کہ حلول کے قائل تھے۔ لیکن ان کی تحریروں سے حلول ثابت نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے یہ حقیقت ان کے مرتبے کو متعین کرنے اور عظیم صوفی بزرگ ہونے پر دال ہے کہ حضرت ابوبکر شبلیؒ امام قشیریؒ ابوالعباس ابن عطاؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ، حضرت فرید الدین عطارؒ، حضرت ابن عطارؒ، حضرت عبداللہ خفیفؒ، حضرت ابوالقاسم نوآبادیؒ، حضرت عارف جامیؒ، مولانا رومؒ، امام محمد بن خفیفؒ، علامہ عبدالرؤف مصریؒ، علامہ محمود شبستریؒ، امام راغب اصفہانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، سید احمد کبیر رفاعیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور علامہ محمد اقبالؒ جیسی عظیم المرتبت ہستیوں نے ان کا ذکر بڑے احترام کے ساتھ کرتے ہوئے اپنے کلام اور ملفوظات میں انہیں راہ حق کا شہید قرار دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی حسین بن منصور حلاجؒ کے بارے میں ایک تحریر میں سے یہ اقتباس یقیناً صورت حال کی بہترین عکاسی کر رہا ہے:

''اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصے میں فقہا کا قلم ہمیشہ کے لیے بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خون ان کے فتووں کا دامن گیر ہے۔ اسلام کی تاریخ خواہ

کہیں سے پڑھیے' سینکڑوں مثالیں ایسی ملیں گی کہ جب بادشاہ خون ریزی پر آتا تھا تو دارالافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ' دونوں یکساں طور پر کام دیتے تھے۔ صوفیا اور ارباب وطن ہی پر منحصر نہیں' علمائے شریعت میں سے بھی جونکتہ بیں اور صاحب اسرار ہوتے' فقہا کے ہاتھوں انہیں مصیبتیں اٹھانی پڑتیں اور بالآخر سر دے کر نجات پاتے۔ منصور بھی اسی تیغ کا شہید ہے۔" (۱۳)

حسین بن منصور حلاجؒ کی شہادت کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے لوئی ماسینیون کا یہ اقتباس بہت اہم ہے:

"منصور حلاج کی ابتدا میں تکفیر کی گئی اور پھر اسے قتل کیا گیا۔ اگر مرنے کے بعد عوام کی نظروں میں مقبول نہ ٹھہرتا اور نجات یافتہ دکھائی نہ دیتا تو ان اسناد کا جاری رہنا ناروا سمجھا جاتا۔ اس سلسلہء اسناد کی پہلے پہل، حلاج کے دوست جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حفاظت کرتے رہے۔ وہ حلاج کی وفات کے جزئیات لکھتے اور انہیں پوشیدہ رکھتے تاکہ ہرکس و ناکس ان سے واقف نہ ہوں۔ ان اسناد کے دوام کے ساتھ حلاج گویا موت کے بعد بھی زندہ رہا۔ حلاج کی موت کے بعد اس کی زندگی مغربی دنیا کی نظر میں ناموراسکندر و قیصر سے برتر و ممتاز تر تھی۔" (۱۴)

یوں تو حسین بن منصور حلاجؒ کی کتابوں کی تعداد کے بارے میں جو تفصیل مختلف مقامات پر ملتی ہے اس کے مطابق کتب و رسائل کی تعداد چھیالیس ہے، جو عربی میں ہیں۔ حالاں کہ حسین بن منصور بن حلاجؒ کی مادری زبان فارسی ہے مگر انہوں نے عربی میں عالمانہ دسترس حاصل کی۔ ایک فارسی دیوان (مطبوعہ در ۱۳۲۵ھ) بھی حسین بن منصور حلاجؒ سے منسوب کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حسین بن منصور بن حلاجؒ نے کبھی فارسی میں شعر کہا ہی نہیں۔ کئی اور شواہد بھی یہ ثابت کرتے ہیں کہ مذکورہ دیوان حسین بن منصور بن حلاج رحمہ اللہ کا نہیں، کسی نے سستی شہرت کے لیے جدید فارسی لب و لہجے میں ناکام شاعری کرتے ہوئے اسے حسین بن منصور بن حلاج سے منسوب کر دیا۔

حسین بن منصور حلاجؒ سے غلط طور پر منسوب فارسی دیوان کے بارے میں مولانا ظفر احمد عثمانی کا یہ اقتباس

ملاحظہ فرمائیں:

''احقر نے ڈھاکہ یونی ورسٹی کی لائبریری میں کتاب الطواسین کو تلاش کرایا، وہ تو نہ ملی، ایک دیوان فارسی ملا، جس کی لوح پر یہ عبارت درج ہے:'' دیوان استطاب عارف ربانی ومجذوب سبحانی سراج وہاج حسین بن منصور حلاج، حسب فرمائش عالیجاہ مرزا محمد خان ملک الکتاب المخاطب بخان صاحب در بمبئی بزیور طبع درآمد ۱۳۲۵ھ'' مطبع کا نام کتاب پر درج نہیں، ہر غزل کے مقطع میں تخلص حسین ہے۔ میرے نزدیک اس دیوان کی نسبت ابن منصور کی طرف صحیح نہیں کیوں کہ کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے فارسی میں شاعری کی ہے۔ ان کی طرف جس قدر اشعار منسوب ہیں۔ سب عربی میں ہیں، پھر جس شخص کی تربیت واسط، تستر اور بغداد میں ہوئی اور زیادہ حصہ عمر کا بصرہ اور حرمین و بغداد میں گزرا ہو، اس کا فارسی زبان میں ایسے وقت میں شاعری کرنا جب کہ یہ بلاد عربیت کا گہوارہ بنے ہوئے تھے، کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

علاوہ ازیں اس دیوان کی زبان بھی قدیم فارسی نہیں بلکہ جدید فارسی سے بھی متاخر ہے۔ اکثر غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے حافظ شیرازی اور عراقی جیسے شعرائے متاخرین کا اتباع کیا ہے مگر اس میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔'' (۱۵)

شیخ فریدالدین عطارؒ نے حلاجؒ کے مقام و مرتبے کے بارے میں کچھ یوں دلائل دیے ہیں:

''اس قتیل فی سبیل اللہ، اس بیشہ حقیقت کے شیر، اس بے حد سچے و لیر صف در (صفیں چیرنے والا) اس ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں غرق منصور حسین حلاجؒ کا معاملہ بھی عجب معاملہ رہا ہے اور اس کے واقعات بھی عجیب و غریب اور بے مثل اور صرف اسی سے مختص تھے، وہ سوز و اشتیاق میں ڈوبا ہوا اور آتش فراق کی شدت میں مست و بے قرار تھا۔ وہ شوریدہ روزگار اور صادق و پاکباز عاشق تھا، عظیم جد و جہد کا مالک، حیران کن ریاضت و کرامت کا حامل، عالی ہمت، رفیع قدر اور زیبا سخن تھا۔'' (۱۶)

عتیق الرحمان عثمانی کی کتاب میں سے یہ اقتباس انتہائی اہم ہے:

''ابن ندیم کا یہ قول کہ وہ تمام علوم میں بالکل کورا تھا' درست نہیں ہے۔ عربی زبان اور ادب کے ساتھ اس کو گہرا لگاؤ تھا۔ خاص طور پر قرآن شریف کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھتا تھا' جس کو اس نے بچپن ہی میں حفظ کر لیا تھا چناں چہ قرآن شریف کے حوالے اکثر اس کی تحریرات میں ملتے ہیں۔ وہ اگرچہ ایک مفسر اور محدث نہیں تھا مگر بلند پایہ ادیب ضرور تھا اور شاعری میں فاضلانہ کمال رکھتا تھا۔'' (۱۷)

طواسین کے اسلوب تحریر کے عنوان سے عتیق الرحمان عثمانی لکھتے ہیں:

''اس زمانہ کی طرز نگارش عام طور پر اسلوب قرآنی سے بہت متاثر تھی اور وہی ادیب باکمال خیال کیا جاتا تھا جو اپنی تحریرات میں اس اسلوب کا رنگ اتار سکے۔ طواسین میں ہمیں اس تقلید وتتبع کی نمایاں مثال ملتی ہے۔ قرآن مجید کے فقرے، اس کے الفاظ اور قرآنی تراکیب ہم جا بہ جا دیکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی نثر سادہ نہیں ہے بلکہ پر تکلف ہے۔ اس میں وزن، قافیہ اور سجع سب کچھ موجود ہے۔ صنایع لفظی ومعنوی بھی قدم قدم پر موجود ہیں۔ یہی وہ اسلوب ہے جو اپنے زمانے میں بڑے بڑے ادیبوں نے اپنایا ہوا تھا۔ بدیع الزمان ہمدانی، حریری، عبداللہ شیرازی، وصاف اور ابوالفضل بن مبارک جیسی باکمال ہستیاں اسی طرز نگارش کی وجہ سے شہرت دوام کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان حضرات کے قلم کی شوکت بادشاہوں کے دبدبے سے کم نہیں تھی۔ طواسین کا اسلوب بھی یہی نگارش ہے۔ ہمیں حلاج کی تحریر میں رعب، شان وشکوہ اور فن کاری پورے اہتمام وانتظام سے ملتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس باکمال ادیب نے بڑی محنت سے عبارت بافی کی ہے کہ اگر کہیں ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو عبارت کا سارا تانا بانا بکھر کر رہ جاتا ہے۔ فقروں کی بندش، تراکیب کی چستی اور تحریر کی سج دھج طواسین کے نمایاں اوصاف ہیں۔'' (۱۸)

طواسین کے اسلوبِ تحریر ہی کے حوالے سے عتیق الرحمان عثمانی کا موقف ملاحظہ کریں:

''رہا یہ کہ طواسین کے بعض مقامات پیچیدہ اور مغلق ہیں سو اس کی وجوہ یہ ہیں کہ حلاج کا موضوع تصوف تمام موضوعات میں ادق ہے اور ہر موضوع اپنے اندر اصطلاحات کا ایک فرہنگ رکھتا ہے۔ اس میں طب، جغرافیہ، ہیئت، فلسفہ، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ سب شامل ہیں۔ تصوف کا موضوع چوں کہ الہیات اور ماوراء الطبیعات کے مسائل ہیں، اس لیے اس کے الفاظ اور اصطلاحات بھی بڑی غامض اور دقیق ہیں اور ایک اندازے کے مطابق تمام علوم کے مقابلہ میں اس کی اصطلاحات سب سے زیادہ ہیں' اس لیے اصطلاحات کی کثرت اور مضمون کی دِقت اس کو مشکل بنا دیتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عبارت جس کو آج ہم طویل، دقیق اور پیچیدہ کہتے ہیں اور درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے، کیا حلاجؒ کے دور میں بھی ایسا ہی تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ اس زمانے میں یہ بہت بڑا ہنر تھا جو آدمی ادب و لغت پر حاوی نہ ہو اور طرزِ تحریر کے مختلف طرق و سبل سے کماحقہ، واقف نہ ہو اس کو عالم نہیں گردانتے تھے۔ ایک تیسری وجہ یہ بھی بن سکتی ہے کہ طواسین کو لکھے ہوئے گیارہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ ان گیارہ صدیوں میں اس کے متن پر کیا گزری؟ یہ بھی ایک طویل داستان ہے چناں چہ بعض الفاظ پڑھے نہیں گئے، بعض کے سامنے سوالیہ (؟) نشان ہے' بعض کچھ کے کچھ ہو گئے اور بعض جگہ نسخوں اور مسودوں کا اختلاف صحیح مفہوم متعین کرنے میں زبردست رکاوٹ ہے۔ ان ساری باتوں کے باوجود اگر کسی کتاب میں، چاہے وہ طواسین ہو یا کوئی اور، کچھ مقامات پیچیدہ بھی پائے جائیں تب بھی کسی ادیب یا شاعر کی پوری کوشش کو نظر انداز کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ طواسین میں بلاشبہ بعض مقامات عقدہ لاینحل کا درجہ رکھتے ہیں اور جب تک طواسین قائم ہے' یہ بدستور باقی رہیں گے' مگر پھر بھی کتاب بہت سے محاسن کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔'' (۱۹)

ڈاکٹر این میری شمل کہتی ہیں:

''حلاج کے عقاید کا اثر اور اس کی شخصیت سے جو احساس دوسروں کے دل میں پیدا ہوا اس کا عکس خواجہ فرید الدین عطار کی تصانیف نظم و نثر میں بڑی وضاحت سے دکھائی دیتا ہے جو اسے اپنا مرشد روحانی تصور کرتے تھے۔ باقی رہے مولانا جلال الدین رومیؒ تو مثنوی معنوی اور دیوان شمس تبریزؒ دونوں اس شہید عشق کی تلمیحات سے بھرپور ہیں، فرماتے ہیں:

ما مست الستیم بیک جرعہ چو منصور

اندیشۂ فتوائے سر وار نداریم (۲۰)

نامور مستشرق، فرانسیسی مصنف لوئی ماسینیون (۱۸۸۳ء۔۱۹۶۲ء) کی کتاب ''قوس زندگی: منصور حلاجؒ'' کی ایک ایسی تصنیف ہے جو شہید عشق کے بارے میں تمام تر معلومات کا مختصر مگر انتہائی جامع مرقع ہے۔ یہ دراصل لوئی ماسینیون کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ اس مقالے پر انہوں نے ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ اس تحقیقی کارنامے میں احوال و آثار یک جا کر دیے گئے ہیں، جن میں منصور حلاجؒ کے حالات زندگی، عقائد و نظریات، والدین، اعزا و اقارب، اساتذہ، مشائخ، شاگردوں، دوستوں، دشمنوں، بیوی بچوں، تصنیفات و تالیفات، غرض ہر اس حوالے سے معلومات اس میں سمو دی گئی ہیں، جو حلاجؒ سے متعلق تھیں۔

اس کتاب میں حسین بن منصور حلاجؒ کی تحریریں اور کلام کے اجزا یک جا ہو گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ کتاب ہے جس نے مسلمانوں کو حسین بن منصور حلاجؒ کے کارناموں سے متاثر کن انداز میں متعارف کرایا۔ صابر آفاقی نے اس کا اردو ترجمہ ۱۹۷۵ء میں کیا جو'' قوس زندگی: منصور حلاج،، کے نام سے ملتا ہے۔ حلاجؒ کا دیوان ''کتاب الطواسین،، کے نام سے دستیاب ہے، جو پیرس سے ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ اسے ماسینیون نے مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ مزید کلام تذکروں میں منتشر طور پر ملتا ہے۔

کتاب الطواسین بنیادی طور پر عربی میں ہے مگر بعد ازاں فارسی اور اردو میں تراجم کیے گئے۔ اردو ترجمہ عتیق الرحمان عثمانی نے کیا ہے جو طواسین کے نام سے ملتا ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عربی اور فارسی متون بھی فراہم کر دیے گئے ہیں۔ شیخ صدر الدین ابو محمد روزبہان بقلی (۵۲۲ھ۔۶۰۶ھ) کی طواسین کی فارسی شرح بہت

مشہور ہوئی۔ یہ شرح عتیق الرحمان عثمانی نے اپنی کتاب میں شامل کر کے اس کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ کتاب الطّواسین (اسرار و رموز) کے گیارہ باب ہیں؛ جن کی ترتیب کچھ یوں ہے:

ا۔ طاسین السراج	۲۔ طاسین الفہم
۳۔ طاسین الصفا	۴۔ طاسین الدائرہ
۵۔ طاسین النقطہ	۶۔ طاسین الازل والالتباس
۷۔ طاسین المشیت	۸۔ طاسین التوحید
۹۔ طاسین الاسرار فی التوحید	۱۰۔ طاسین التنزیہ
۱۱۔ بستان المعرفہ طواسین۔	

بعض تذکرہ نگاروں نے آخری باب کو الگ تصنیف بتایا ہے مگر یہ کتاب الطّواسین کا گیارہواں باب ہی ہے۔ اس کتاب کا محوری اور مرکزی نقطہ رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اس تصنیف سے جہاں عقیدۂ توحید سے حسین بن منصور حلاجؒ کی اٹوٹ وابستگی کا اظہار ہوتا ہے، وہاں وہ رسول ختمی مرتبتؐ کو یکتا اور منفرد سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب اور دائمی پیغام، تمام تر دانائیوں اور حکمتوں کا سرچشمہ ہے۔ گویا حلاجؒ نے بہت عمدہ نعت تخلیق کی ہے، جس پر ابھی تک توجہ نہیں دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ حسین بن منصور حلاجؒ کی یہ نعت ابھی تک کسی خلاق مترجم، محقق اور نقاد کی منتظر ہے۔

حسین بن منصور حلاجؒ، حق گوئی اور حق پرستی کی اتنی بڑی علامت ہیں کہ عربی، فارسی اور اردو شاعری ان کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ حلاجؒ کا ذکر شاعری میں جس حیاتی سطح پر شعری واردات کا حصہ بنا ہے، شاید قبل ازیں اس کی مثالیں امام حسینؓ کی قربانی کے حوالے سے ہمیں ملتی ہیں مگر امام حسینؓ کا معاملہ کلیتاً مختلف اور بلند تر نوعیت کا ہے۔

حسین بن منصور حلاجؒ کا ذکر مثنوی معنوی مولوی، دیوان شمس تبریزؒ علامہ محمود شبستریؒ، میر تقی میرؒ اسداللہ خاں غالبؒ اور علامہ اقبالؒ کے اشعار میں کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔ مولانا رومؒ کے کلام میں تو جابجا حسین بن

منصور حلاجؒ کی قربانی اور انا الحق کا تذکرہ بڑے واضح انداز میں کیا گیا ہے۔ مولاناؒ نے انا الحق کی حمایت میں اپنا تمام شعری زور صرف کیا ہے اور قرآن مجید میں سے حسین بن منصورؒ کے حق میں بہت مضبوط دلائل لے کر آئے ہیں۔ اسی طرح علامہ محمد اقبالؒ کے کلام میں یوں تو اس علامت کا ظہور بار بار ہوا ہے مگر انہوں نے ارمغان حجاز اور پھر جاوید نامے کے عروج پر شہید عشق کے مقام و مرتبے پر آخری مہر ثبت کر دی ہے۔ اردو کی نامور ناول نگار جمیلہ ہاشمی نے حسین بن منصور حلاجؒ کو موضوع بناتے ہوئے ایک ناول ''دشت سوس،، لکھا جو صوفی ازم کے حوالے سے خاصا مشہور ہوا۔ چند فارسی، اردو اور پنجابی شعرا کے ہاں حسین بن منصور حلاجؒ، ان کے فضائل و مناقب اور قربانی کا ذکر ملاحظہ فرمایئے:

آں که او گوہرِ محبت سفت
بزبان و بدل انا الحق گفت

(حکیم سنائی غزنویؒ)

مکن سرّ انا الحق فاش ہر دم
که در ہر کوچۂ داریست ازما

(خواجہ احمد جام ژندہ پیلؒ)

ہر که از وے نزد انا الحق سر
او بود از جماعت کفار

(خواجہ فرید الدین عطارؒ)

از نور جلال مرد مطلق خیزد
وزشوق خدا نگر چه رونق خیزد
ایں خاطر مرداں چه عجائب بحریست
چوں موج زند ہمہ انا الحق خیزد

(فرید الدین مسعود گنج شکرؒ)

ما مست الستیم بہ یک جرعہ چو منصور
اندیشۂ فتوائے سر دار نہ داریم

گفت فرعونے اناالله گشت پست
گفت منصورے اناالحق و برست
آں انا را لعنۃ الله در عقب
ایں انا را رحمۃ الله اے محبّ
بود اناالحق بر لب منصور نور
بود اناالله در لب فرعون زُور
آں انا منصور رحمت شد یقین
وین انا فرعون لعنت شد ببین
بل کہ وحدت گشت او را در وصال
شد خطاب او خطاب ذوالجلال
بعد ازاں گوید قم منصور وار
تا شود بردار شہرت او سوار
چوں قلم در دست غدارے فتاد
بے گماں منصور بروارے فتاد

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

منم عثمان مروندی بیاد شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

(عثمان مروندی لعل شہباز قلندرؒ)

روا باشد اناالله از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

(محمود شبستری)

کشد نقش اناالحق برزمیں خوں
چو منصور ارکشی بردارم امشب

(حافظ شیرازی)

شور منصور از کجا و دار منصور از کجا
خود زدی بانگ اناالحق خود سردار آمدی

(شیخ عبدالقدوس گنگوہی)

ہمچو منصور مگو راز سرا پردہ ء وصل
شاہ را بیں کہ بہ آں محرم اسرار چہ کرد

(فیضی فیاضی)

مپرس سر اناالحق سر بریدہء چند
بہ بند لب کہ سخن دان ایں سخن دار است

(ابوالبرکات منیر لاہوری)

از صد یکے بپایۂ منصور می رسد
چوں لالہ ہر کہ بگزرد از سر شہید نیست

(حکیم صائب تبریزی)

بلھا دوئی دل سے دھو سکھ کی نیندر بھر کے سو
موہوں ناں اناالحق گو چڑھ سولی ڈھولا گاویں گا

(بابا بلھے شاہؒ)

موسم آیا تو نخل دار پہ میر
سر منصور ہی کا بار آیا

(میر تقی میر)

شبے روح منصورم آمد بخواب
تمنا بہ پرسش نمود اضطراب

(مرزا عبدالقادر بیدل)

ہم اناالله خواں درختے را بہ گفتار آورد
ہم اناالحق گوے مردے را سردار آورد

(مرزا اسداللہ خان غالب)

انہی کانوں سے اناالحق کے سنے ہیں نعرے
آدمی عشق میں کیا جانیے کیا ہوتا ہے

(آسی غازی پوری)

کہیں ہے عبدہٗ کی دھن کہیں شور اناالحق ہے
کہیں اخفائے مستی ہے کہیں اظہار مستی ہے

(بیدم وارثی)

منصور کہ مستانہ برآمد بہ سر دار
خوش گفت کہ ہر نکتہ بہ منبر نتواں گفت

(گرامی جالندھری)

منصور کو ہوا کب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعوٰی کرے کوئی
اگر خواہی ثمر از شاخ منصور
بہ دل ''لاغالب الا اللہ'' فرو ریز
وگر از شکر و منصور کم گوئے
خدا را ہم براہ خویشتن جوئے
بخود گم بہر تحقیق خودی شو
اناالحق گوے و صدیق خودی شو
اگر فروے بگوید سرزنش بہ
اگر قوے بگوید ناروا نیست
نہاں اندر جلال او جمالے
کہ او را نہ سپہر آئینہ دار است
خود گیر و خود داری و گل بانگ اناالحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات
رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
ہر چند کہ مشہور نہیں اس کے کرامات

(علامہ محمد اقبالؒ)

ہمیں سے سنت منصور و قیس زندہ ہے
ہمیں سے باقی ہے گل دامنی و کج کلہی

(فیض احمد فیض)

مثال منصور تیرے شیدا جہاں میں سنتے نہیں کسی کی
مگن وہ رہتے ہیں اپنی دھن میں خیال دار و رسن نہیں ہے
یہ کہہ رہی تھی سر دار جرأت منصور
اگر میں چاہوں تو دار و رسن کو آگ لگے
ساتھ کوئی نہ گیا شور اناالحق کی قسم
ہمیں پہنچے جو کبھی دار و رسن تک پہنچے

(عظیم لاہوری)

نغمے برس رہے ہیں درود و سلام کے
صوت ہزار آپ ﷺ کے روضہ کی جالیاں
منصور اور بلال کو بے خود بنا دیا
کیف و خمار آپ کے روضہ کی جالیاں

(ساغر مرادآبادی)

حواشی وتعلیقات

(۱) حسین بن منصور حلاج کی تاریخی شخصیت از علامہ سید سلیمان ندوی: مشمولہ حسین بن منصور حلاج: شخصیت و افکار: ترتیب و تہذیب خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلشرز: ۱۹۸۱ء: ص۔۷۸۔

(۲) حسین بن منصور حلاجؒ (تذکرہ): حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالیؒ: لاہور: سیرت فاؤنڈیشن: ۲۰۰۳ء: ص۔۳۸۔

(۳) حسین بن منصور بن حلاجؒ (تذکرہ): حکیم سید امین الدین احمد قادری خوش حالی: لاہور: سیرت فاؤنڈیشن: ۲۰۰۳ء: ص۔۷۔

(۴) تذکرہ حسین بن منصور حلاجؒ: ڈاکٹر شاہد مختار: لاہور: شاہد پبلی کیشنز: س ن: ص۔۲۱۰۔

(۵) قوس زندگی: حسین بن منصور حلاج: لوئی ماسینیون (اردو ترجمہ پروفیسر صابر آفاقی) لاہور: تخلیقات: ۲۰۰۲ء: ص۔۹۷۔

(۶) حسین بن منصور حلاجؒ (تذکرہ): حکیم سید امین الدین احمد قادری خوش حالی: لاہور: سیرت فاؤنڈیشن: ۲۰۰۳ء: ص۔۴۰۔

(۷) حسین بن منصور حلاجؒ از سید علی بن عثمان ہجویریؒ: (اردو ترجمہ ذوالفقار احمد تابش) مشمولہ حسین بن منصور حلاجؒ: شخصیت و افکار: ترتیب و تہذیب خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلشرز: ۱۹۸۱ء: ص۔۱۱۔

(۸) سیرت منصور حلاج: مولانا ظفر احمد عثمانی: کراچی: دارالتصنیف: دارالعلوم: ۱۴۰۸ھ: ص۔۱۲۲۔

(۹) ملفوظات حلاج از مولانا ظفر احمد عثمانی: مشمولہ حسین بن منصور حلاج: شخصیت و افکار: ترتیب و تہذیب خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز: ۱۹۸۱ء: ص۔۲۰۳۔۲۰۴۔

(۱۰) حسین منصور حلاج از بابا ذہین شاہ تاجی: مشمولہ حیات و کلام حسین بن منصور حلاجؒ: شیما مجید، علامہ جاوید (مرتبین): لاہور: علم و عرفان پبلشرز: ۲۰۰۴ء: ص۔۵۸۔

(۱۱) حسین بن منصور حلاج: ایک تحقیقی جائزہ: پروفیسر لطیف اللہ: کراچی: ادارۂ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء: ص۔۹

(۱۲) انا الحق از ڈاکٹر سلیم اختر! مشمولہ حسین بن منصور حلاجؒ: شخصیت و افکار: ترتیب و تہذیب خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلشرز: ۱۹۸۱ء: ص۔۱۶۸۔

(۱۳) حسین بن منصور بن حلاجؒ (تذکرہ): حکیم سید امین الدین احمد قادری خوش حالی: لاہور: سیرت فاؤنڈیشن: ۲۰۰۳ء: ص۔۳۹۔

(۱۴) قوس زندگی! حسین بن منصور حلاج: لوئی ماسینیون (اردو ترجمہ پروفیسر صابر آفاقی): لاہور: تخلیقات: ۲۰۰۲ء: ص۔۸۵۔

(۱۵) سیرت منصور حلاج: مولانا ظفر احمد عثمانی! کراچی: دار التصنیف، دار العلوم: ۱۴۰۸ھ: ص ۔ ۲۲۸

(۱۶) منصور حلاج از شیخ فرید الدین عطارؒ (اردو ترجمہ: خواجہ عبدالحمید یزدانی) مشمولہ حسین بن منصور حلاج: شخصیت و افکار! ترتیب و تہذیب: خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلشرز: ۱۹۸۱ء: ص ۔ ۹

(۱۷) طواسین: حسین بن منصور حلاج: تحقیق و ترجمہ عتیق الرحمان عثمانی: لاہور: تصوف فاؤنڈیشن: ۱۹۹۸ء: ص ۔ ۱۵

(۱۸) طواسین: حسین بن منصور حلاج: تحقیق و ترجمہ عتیق الرحمان عثمانی: لاہور: تصوف فاؤنڈیشن: ۱۹۹۸ء: ص ۔ ۱۳ ۔ ۱۴

(۱۹) طواسین: حسین بن منصور حلاج: تحقیق و ترجمہ عتیق الرحمان عثمانی: لاہور: تصوف فاؤنڈیشن: ۱۹۹۸ء: ص ۔ ۱۷

(۲۰) منصور حلاج اقبال کی نظر میں از ڈاکٹر این میری شمل: مشمولہ حسین بن منصور حلاج: شخصیت و افکار: ترتیب و تہذیب خورشید نعیم ملک: لاہور: سنگ میل پبلشرز: ۱۹۸۱ء: ص ۔ ۱۲۳